بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

۱۹۸۶ء پُر اضطراب سال تھا، خصوصاً جاتے جاتے وہ ہمیں ایسے چرکے لگا گیا ہے کہ زخموں کا اندمال ہوتے ہوتے دیر لگے گی۔ خدا کرے کہ ۱۹۸۷ء کی آمد باعثِ خیر و برکت ہو اور پچھلی خرابیٔ احوال کی درستی کی مؤثر صورتیں جلد پیدا ہوں اور خیر و خوبی کے نئے امکانات کے دروازے کھلیں، دین کی سربلندی ہو، شریعت کو غلبہ حاصل ہو، پاکستان کو سالمیت و استحکام ملے اور اسلام اور پاکستان اور پاکستان کے باشندوں کے معاندین کو اللہ تعالیٰ خائب و خاسر کرے، اور ہر طرح کے مصائب و خطرات کے طوفانوں سے ہمیں تحفظ دلائے۔ سلطنتِ حیات و کائنات کے فرماں روا سے ہماری التماس یہ بھی ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کام کرنے والوں کو نورِ ایمان، شعورِ دعوت، رابطۂ عام، خدمتِ انسانیت کی سعادتوں سے نوازے اور ان کی تائید و نصرت فرمائے۔ پورے عالمِ اسلام کے لیے ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اقامتِ دین کی تحریک کو قوت عطا کرے، مظلوم مسلمانوں کو مظلومی سے نکالے اور ظلم و کفر و طاغوت کے خلاف جہاد کرنے والے مسلمانوں کو — افغانستان سے فلسطین تک اور اریٹریا سے مورولینڈ تک — فتح مند کرے۔ آمین۔

کیا ہی دردناک لمحۂ دُعا اور مرحلۂ سعیٔ فلاح و بقا ہے کہ ایک طرف ہمارا معاشرہ اندرونی طور پر بدعنوانیوں اور بہیمانہ حرکات کے نشے میں گم ہے، دوسری طرف باہر سے آمدہ تخریب کار اور پاکستان دشمن

اور اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کمانڈوز ہماری کتاب وحدت کا شیرازہ درہم برہم کرنے اور اس کے اوراق کو بکھیر کرنے کے درپے ہیں، اور دوسری طرف شمالی سرحد اور جنوبی سرحد پر عسکری جارحیت کا بھیانک خطرہ منڈلا رہا ہے۔

اندر کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اور تعصبات کو بھڑکا کر کراچی جیسے شہر امن کو دیکھتے دیکھتے بیرونی اور اندرونی شرپسندوں نے مل کر خون اور آگ اور موت کے حوالے کر دیا۔

ہم ہر مصیبت زدہ فرد، ہر خاندان، ہر محلے، ہر برادری، پورے شہر کراچی، صوبہ سندھ اور سارے پاکستان کے سامنے اپنے جراحت زدہ دل سے ٹپکتے لہو کی بوندیں پیش کرتے ہیں۔ تمام خاندان ہمارے خاندان ہیں، تمام برادریاں اور تمام محلے اور تمام شہر ہمارے جسد ملت کے قیمتی اجزا ہیں۔

آج جب کہ تباہی کا طوفان کچھ تھما ہے، ساری قوم کو محسوس کرنا چاہیے کہ نقصان جان و مال ہی کا نہیں ہوا، بلکہ بڑا نقصان ہمارے باہمی جذبہ ہائے اخوت و محبت کا نقصان ہے، وحدت و سالمیت پاکستان کا نقصان ہے اور اُن اسلامی رجحانات کا نقصان ہے جو قرارداد مقاصد کی منظوری سے لے کر موجودہ شریعت بل کی منظوری تک مسلسل مصروف تگ و تاز ہیں۔ بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ شدید جذباتیت نے فضا پر تسلط پا کر تحمل و تدبر کی قوتوں کو ماؤف کر دیا، جن کے ذریعے بدترین مصائب کا مقابلہ کرنا ممکن ہوتا ہے۔

ہمیں بڑا افسوس اس بات پر بھی ہے کہ جب یہ بات ہفتوں پہلے سے معلوم و مشہور تھی کہ روس اور بھارت اور اسرائیل سے تخریب کاری کے ماہر کمانڈوز اور "خاد" اور "را" کے تربیت یافتہ ایجنٹ بڑی تعداد میں ملک کے اندر داخل ہو رہے ہیں تو کیوں نہ ایسا ہوا کہ ملک کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کے نقل و حرکت کی پوری نگرانی کی جاتی۔ مشتبہ لوگوں کو پوری طرح زیر نظر رکھا جاتا، اور جہاں کسی غلط شخص سے کوئی ٹیڑھی حرکت سرزد ہوتی، اسے فوراً گرفت میں لے کر سازش کی مزید کڑیوں کو بھی معلوم کر لیا جاتا۔

یہاں "ہتھوڑا گروپ" کا دور دورہ رہا، مختلف جگہوں پر بم پھٹتے رہے، ڈاکوؤں کی سرگرمیاں غیر معمولی حد تک پُرزور ہو گئیں۔ اِن سارے حالات میں حکومت تدبر سے کام لے کر اپنے فرائض کما حقہ

ادا نہ کر سکی۔

لیکن ایک حکومت ہی کی کوتاہ کاریوں کا معاملہ ہوتا تو بھی مسئلے کا حل آسان ہوتا۔ سیاسی لیڈروں نے بھی تو معاشرے کو ظہورِ خطرات کے مختلف پیرایوں سے آگاہ نہ کیا۔ اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے طوفان آنے سے پہلے محلّے محلّے، گلی گلی تنظیم بندی نہ کی۔ واعظانِ مسجد نے بھی تو اپنی اپنی مسجدوں کے علاقوں میں خطرات سے انتباہ کے لیے شریف اور امن پسند شہریوں پر توجہ نہ دی۔ پولیس بھی اپنا فرض نہ ادا کر سکی، بیوروکریسی بھی کوتاہ رہی اور عام لوگ بھی اپنے روزمرہ مسائل اور مشاغل ہی میں منہمک رہے۔ تیس چالیس سال کی مہلتِ کار میں جمہوری اور اسلامی ساری قوتوں سے یہ کام نہ ہو سکا کہ وہ ہر بستی میں امن و سلامتی کے ایسے نقیبوں کے مضبوط گروپ قائم کر سکتے، جو تخریبی عصبیتوں اور گروہی نفرتوں کا جڑ سے بڑا طوفان اُٹھنے پر استقامت سے توحید اور شرفِ انسانیت کے جذبوں سے سرشار ہو کر تخریبی قوتوں کے برپا کردہ فساد و عناد کی روک تھام کرتے۔

وقت پر خطرے کی پیش بندی نہ ہو سکنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ گویا سرکنڈوں یا بانسوں کے جنگل میں آگ لگ گئی۔ جذباتی ہیجانات کے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو فوری طور پر خدا پرستی یا حُبِ وطن، یا انسانی بہبود کا سبق کون دے سکتا تھا؟ لسانی اور علاقائی اور نسلی تعصبات کے طوفان کی اُمڈتی لہروں کو کمر سے پکڑ کر نہیں روکا جا سکتا۔ تعمیر و اصلاح کا کام اسی وقت ممکن ہے جب کہ تخریبیوں کے آسیب کا اثر ختم ہو جائے۔ تعصبات کے طوفان تھم جائیں۔ انتقام در انتقام کے بہیمانہ جذبات کا زور ٹوٹ جائے۔ اور وہ گم شدہ انسان نمودار ہو جائے جو بھلائی کا پیغام سنتا ہے اور آمادۂ اصلاح ہو جاتا ہے۔

خوش قسمتی سے وہ وقت نمودار ہو رہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ خدا کے مخلص بندے اور انسانوں کے سچے محب کچھ وقت لگا کر اور گھر گھر تک سلامتی کا پیغام پہنچا کر از سر نو سچائی اور نیکی اور محبت و اخوت کی پنیری لگائیں۔

اس دوران میں خاصی آوازیں بلند ہوئیں کہ چونکہ خرابیٔ احوال کی آخری ذمہ داری حکومت ہی پر عائد ہوتی ہے، لہٰذا وہ مستعفی ہو جائے اور وہ اپنی نااہلیت کی بنا پر قیامِ امن کے لیے برآمدگیٔ اسلحہ و منشیات کی ساری کارروائی بند کر دے۔ اور جوابًا کابینہ ٹوٹ گئی، اب نئی مجلس ترتیب دی جا رہی ہے۔

حکومت اور اس کی مشینری کی پچھلی غلط کاریوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے عوام کے اعتماد میں جو تزلزل آیا ہے اور بددلی و مایوسی کے شدید رجحانات نے جس انتقامی جذبے کی شکل اختیار کر لی ہے، اُن سے ناکام سیاست باز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی اور ایم آر ڈی اور اسی طرح کے سبائی عناصر اور سیاسی قائدین کا عوام کے مشتعل جذبات کو اچک لینا اور ان جذبات کے جھنڈے بنا کر اُٹھا لینا اُس تدبر و تحمل کے خلاف ہے جو سیاسی لیڈروں اور سیاسی تنظیموں سے متوقع ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت میں ہزار خرابیاں ہیں اور اس سے پہلے بھی جو حکومتیں ہمارے سروں پر مسلط رہی ہیں اُن میں بھی بہت خرابیاں تھیں۔ ان میں سے جن کو تبدیل نہیں کیا جا سکا وہ بھی سامنے ہیں اور جن کو تبدیل کیا گیا اُن کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اور نئی آنے والی حکومتیں بھی ویسی ہی ہوں گی۔

ایوان سے باہر رہ جانے والے سیاست دانوں کا مفہوم حکومت بدلنے سے یہ ہے کہ موجودہ ایوان ہی یکسر توڑ دیے جائیں اور نئے انتخابات منعقد ہوں۔ فرض کیجیے کہ ایوان توڑ دیے گئے۔ کیا ضمانت ہے اس بات کی کہ بعد ازاں انتخابات ضرور منعقد ہوں گے یا ہو سکیں گے؟ ایک بڑا امکان یہ ہے کہ باہر سے کوئی طاقت ایسی حرکت کر بیٹھے ...... کہ ہمیں انتخابات کے ذریعے حکومت بنانے کا موقع ہی نہ ملے۔ دوسرا بڑا امکان یہ ہے کہ ایک بار پھر مارشل لا نئے چہرے کے ساتھ نمودار ہو جائے۔ یہ ایسے ہی ہو گا جیسے ایوب خاں کا دورِ آمریت ختم ہوا تو یحییٰ خاں کا مارشل لا شروع ہو گیا۔ اور یہی صورت پاکستان توڑنے والوں کو مطلوب تھی۔ تیسرا بڑا امکان یہ ہے کہ موجودہ ایوانوں کو توڑ دینے کے ساتھ ہی تخریب پسند تشنگانِ اقتدار جن کی پشت پناہی باہر سے بھی ہو رہی ہے، یہ طوفان اُٹھا دیں کہ قومی حکومت ہونی چاہیے اور قومی حکومت کی زیادہ سے زیادہ کرسیاں ان کے قبضے میں چلی جائیں یا اُن کے ہم سفروں یا پیروکاروں کے قبضے میں۔ اور پھر حکومت اُن کے پاس جتنے عرصے کے لیے بھی گروی رہے، اس عرصے میں وہ حالات کا مزید ستیاناس کر دیں۔

چوتھا بڑا امکان یہ ہے کہ فرض کیجیے کہ انتخابات بھی ہو جاتے ہیں، نئی حکومت بھی قائم ہو جاتی ہے، اس کے باوجود بھی معاشرے کو بیوروکریسی اور انتظامیہ کے بگاڑ سے نہ بچایا جا سکے گا، جس کے احکام و اعمال بدعنوانیوں، افتراقات اور تضادات کا بہت بڑا سبب ہیں، نیز اس معاشرے کا کیا

علاج جس کے ہر شعبے میں خیانت ، بدنظمی، جہالت اور جبریت کا اودھم مچ رہا ہے - میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ اس حال میں اگر کسی متقی دوراں کو بھی وزیر اعظم بنا دیا جائے اور علماء اور صوفیاء کی ایک ٹیم بھی ان کے ساتھ انتخابات میں آجائے تو بھی حالات کو پوری طرح سدھارنا ممکن نہیں - یہ ممکن ہے تو صرف ایک ایسے انقلاب کے بعد ممکن ہے جو موجودہ قانونِ عملداری اور نظامِ حکومت سازی اور سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ معیشت، اور غلط الفکر و کج عمل افسروں کی گرفت سے آٹھ کروڑ انسانوں کو نکال سکے -

بہرحال ایسے نازک مرحلے پر تازہ انتخابات کا انعقاد اس بنا پر سخت خطرناک ہے کہ باہر سے ایک عالمی قوت اور دو بڑے ملکوں نے اپنے تخریب کاروں کی بہت بڑی تعداد کو معاشرے میں اتار دیا ہے جنہوں نے ہمارے ہاں کے ہر غلط الفکر شخص، ہر علیحدگی پسند عنصر اور ہر مریضِ تشنگیٔ اقتدار پر جادو کر رکھا ہے - ان کی اسکیم ہی یہی ہے کہ پہلے امن کو تباہ کیا جائے، ملکی وحدت اور دینی محبت کو تباہ کیا جائے، پھر آگ اور خون کے طوفان اٹھا کر ہلاکت و بربادی کے ایسے بہیمانہ مناظر مہیا کیے جائیں کہ لوگ شدید جذباتی ہیجانات کی پے در پے اٹھنے والی لہروں کا مقابلہ کرنے کرتے صبر و تحمل اور غور و تدبر کی صلاحیت کو کھو بیٹھیں - اس کے بعد جذباتی فضا میں تبدیلیٔ حکومت کا نعرہ بلند کیا جائے اور اس میں اگر کامیابی ہو جائے تو پھر وہ اگلی تدابیر عمل میں لائی جائیں جن سے پاکستان کے وجود یا اس کی سالمیت کو دھچکا لگانا آسان ہو جائے -

آپ ذرا اس ایک سوال کا جواب ہی زیرِ غور لائیے کہ اگر موجودہ پورا ایوان رخصت ہو جائے تو آپ ذرا کاغذ قلم لے کر وہ فہرست لکھیے کہ بعد ازاں آپ کی فہرست کے مطابق کون سے بہترین اشخاص کا سامنے آنا ممکن ہے جن کے ہاتھ میں اختیارات دے کر ہم بے فکر ہو سکیں کہ اب ہماری حکومت اور ہمارا نظامِ ملکی باصلاحیت ہاتھوں میں آگیا ہے - آپ یونہی اپنے ملک کے اچھے اچھے لوگوں کے نام نہ لکھتے جائیں بلکہ موجودہ نقشۂ احوال میں جن کا ابھر آنا ممکن ہو، صرف اُن کو سامنے رکھیں، اور یہ بھی بتائیں کہ موجودہ قانونِ عملداری اور قواعدِ دفتری اور ضوابطِ ملازمت کے ہوتے ہوئے وہ نیک لوگ کیسے کج خصلت افسروں میں سے کسی کو اس کی کرسی سے ہلا سکیں گے -

میں سمجھتا ہوں کہ ہماری مجموعی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ جس حکومت کو بھی آپ سامنے لائیں گے

وہی باعثِ مصیبت بنے گی اور پھر آپ اس کے خلاف زور لگائیں گے کہ یہ حکومت بڑی خراب ہے۔ اِس قسم کے اندھے تجربوں میں سے قوم کو بار بار گزارنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عوام جلسے جلوسوں میں تو آجاتے ہیں، مگر حکومت بدلنے کی کسی تحریک کو لے کر تا دیر صبر و استقامت کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ ان کو روایتی "بناش اوّل" اور "بناش دوم" کے تجربے نے لس کر رکھا ہے۔

پھر یہ حقیقت بھی ہر صاحبِ شعور اور حق پرست کو سمجھ لینی چاہیے کہ بگاڑ صرف اُوپر ہی اُوپر تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا درمیانہ طبقہ، نچلا درمیانہ طبقہ، غریب طبقہ سب میں زہر سرایت کر چکا ہے اور ہمارے عوام بھی فرشتے نہیں ہیں۔ جسے اصلاح مطلوب ہو وہ اس حقیقت کو مان کر قدم اُٹھائے۔

موجودہ حکومت کو بدلنا کیا مشکل ہے، لیکن اصل کام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے عقائد اور نظریات اور مقاصد اور میلانات اور اخلاق کو بدلا جائے۔ مصیبت زدوں کی خدمت کے لیے جہاں ضرورت پڑے، ڈیرے ڈال دیے جائیں۔ اور غلط کار عناصر اور تباہ کن کارروائیوں کے سرچشموں کا سراغ نکالنے کے لیے خاص کوشش و کاوش کی جائے۔ اس طرح تعمیری و اصلاحی کام جس بھی جماعت یا لیڈر نے کر رکھے تھے، اُسے چاہیے کہ اُن کے ناکافی ہو جانے کے بعد کمی کو پورا کرنے کے لیے دس گنا زیادہ محنت کرے۔ اور جس نے پہلے ایسا کوئی کام کیا ہی نہیں، وہ اب اقدام کرے۔

انتخابات بھی ہوتے رہیں گے اور حکومتیں بھی بدلتی رہیں گی، اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ خود بدلیں، اپنے کارکنوں کو تیار کر دیں۔ اور عوام کو عصبیتوں کے چکر سے نکال کر اسلام یا انسانیت کا ایسا مضبوط شعور دلائیں کہ ہزار تخریب کار گلی گلی میں پھیل جانے کے باوجود ان کو جذباتی ہیروئن کے نشے میں بہکا کر اپنی ہی تباہی کا باعث نہ بنا سکیں۔

آج حکومت کی تبدیلی تو یہ اثر ڈالے گی کہ نئے نئے اقتدار طلب اور ان کے حامی اُدھر لپکیں اور ایک دوسرے کے حریف بن کر اپنی قوتوں کو گرد و غبار میں بدلتے رہیں۔ پھر کون ہوگا جو مہاجرین یا پٹھانوں یا دوسرے مصیبت زدہ لوگوں میں کوئی خصوصی دلدہی و خدمت کا کام کر سکے۔ پھر تو سارا زور [illegible] کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے ہوگا اور اگر ووٹوں کا چکر واقعی چلا تو تعجب نہیں کہ جگہ جگہ نسلی اور علاقائی اور لسانی بنیادوں پر فسادات کے صدہا طوفان اُٹھ کھڑے ہوں۔ پھر ہم ایسے بحرانوں سے دوچار ہوں جن سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہ رہے اور اندر اور باہر کے دشمن ہماری